***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Research review of the jurisprudential status of verbal and practical customs

عرف لفظی اور عملی کی فقہی حیثیت کا تحقیقی جائزہ

Dr. Qammar Aziz
Department of Arabic and Islamic study. University Of mianwali, Pakistan (visiting lecturer)
Cellphone: 03167489321
qamaraziz.mi@gmail.com
Muhammad Sajid Khan
Cellphone: 03014328346
sajidniazi503@gmail.com
Department of Arabic and Islamic study. University Of mianwali, Pakistan (visiting lecturer)
Asia Hussain
Department of Arabic and Islamic study. University Of mianwali, Pakistan (visiting lecturer)
bbiiasia751@gamil.com
WhatsApp: No: 03401909448

Abstract
The jurisprudential status of verbal and practical usage, which helps in understanding the effects of traditions and customs in Islamic society. The meaning of usage has been described in various ways in the Quran and Sunnah, and its jurisprudential significance increases when it is related to the interpretation and practical application of the principles of Sharia in matters. Verbal usage is the meaning that is implied by the general usage of a particular word, while practical usage is the tradition or custom that is prevalent in a specific social and cultural context. The jurists have viewed both types of usage in accordance with the provisions of Sharia and have examined their use in the light of various jurisprudential principles. The purpose of this research review is to understand the jurisprudential status of verbal and practical usage and to structure their effects on how these usages can be used to interpret and practically solve jurisprudential problems in Islamic society.

Keywords: Verbal, practical, jurisprudential status, Islamic society, traditions, customs of the Quran, Sunnah, practical application

تمہید: عرف لفظی اور عملی کی فقہی حیثیت، جو اسلامی معاشرت میں روایات اور عادات کے اثرات کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ عرف کے مفہوم کو قرآن و سنت میں مختلف حیثیتوں سے بیان کیا گیا ہے، اور اس کی فقہی اہمیت اس وقت زیادہ بڑھ جاتی ہے جب یہ معاملات میں

شریعت کے اصولوں کی تشریح اور عملی تطبیق سے تعلق رکھتا ہے۔ لفظی عرف وہ معنی ہیں جو کسی خاص لفظ کے عمومی استعمال سے مراد لیے جاتے ہیں، جبکہ عملی عرف وہ روایات یا عادات ہیں جو مخصوص سماجی اور ثقافتی سیاق میں رائج ہوتی ہیں۔ فقہاء نے ان دونوں اقسام کے عرف کو شریعت کے ضوابط کے مطابق دیکھا اور ان کے استعمال کو مختلف فقہیہ اصولوں کی روشنی میں جانچا ہے۔ اس تحقیقی جائزے کا مقصد لفظی اور عملی عرف کی فقہی حیثیت کو سمجھنا اور ان کے اثرات کو اس بات پر مرتب کرنا ہے کہ کس طرح یہ عرف اسلامی معاشرت میں فقہی مسائل کی تشریح اور عملی حل کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: عرف لفظی، عملی، فقہی حیثیت، اسلامی معاشرت، مروایات، عادات قرآن، سنت, عملی تطبیق۔

عرف کی فقہی حیثیت:

عرف کا مفہوم اور اس کی فقہی حیثیت کو اسلامی شریعت میں بڑی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ یہ انسانوں کی عملی زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ فقہائے کرام نے حرف کو ایک شرعی اصول کے طور پر سلیم کیا ہے، بشرطیکہ وہ قرآن وحدیث کے احکام سے تصادم نہ ہو۔

عرف کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

عرف کے لغوی معنی بخشش، بھلائی اور جانی پہچانی چیز کے ہیں، اور اصطلاح میں جمہور قوم کا کسی قول یا عمل کو اختیار کرنے کا عادی بن جانا عرف کہلاتا ہے۔ صاحب لغۃ الفقہاء نے عرف کی حقیقت کو ان الفاظ میں نقل فرمایا: "العرف عادة جمهور قوم في قول او عمل"[1]

عرف کی دوسری تعریف یہ کی گئی ہے کہ کوئی امر لوگوں کے ذہنوں میں راسخ اور رائج ہو جائے اور فطرت سلیمہ اور اچھے لوگ اسکو قبول کر لیں العرف ما استقرت النفوس عليه بشهادة العقول و تلفتة الطبائع السليمية بالقبول [2]

عادت کی تعریف:

عادت کی حقیقت لغت میں کسی امر کے خوگر اور عادی بن جانے کے ہیں، اور اصطلاح میں عادت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی امر بار بار کرنے کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہو چکا ہو اور اچھے اور نیک لوگ اس امر کو بلا تکلف اختیار کرنے لگے ہوں اور پوری قوم اس کو اختیار کرنے کی عادی بن چکی ہو۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان العادة ماخوذة من المعاودة وهي تتكررها ومعاودتها مرة بعد أخرى حتى صا رت معروفة منفردة في النفوس والعقول متلقاة بالقبول من غير علاقة ولا قرينة حتى صارت حقيقة عرفية

عرف وعادت کے درمیان فرق:

عرف و عادت کے درمیان فرق کے سلسلے میں تین اقوال ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، شیخ عبد اللہ بن احمد نسفی اور علامہ شامی کی یہی رائے ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ عرف و عادت دونوں الگ الگ ہیں، عادت سے مراد عرف عملی ہے، اور عرف سے مراد عرف قولی ہے، تیسرا قول یہ کہ دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے عادت عام ہے اور عرف خاص ہے پس ہر عرف عادت ہے لیکن ہر عادت عرف نہیں ہے شیخ مصطفی زرقاء کی یہی رائے ہے [3]

لفظی اور فعلی کا اعتبار: عرف لفظی کے مؤثر ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر عرب اور لغت میں تعارض ہو جائے تو عرف کو ترجیح دی جائے گی، علامہ ابن جیم کا بیان ہے: الایمان سنے ۃ علی العرف لا علی الحقائق اللغوے۔ اسی طرح اگر عرف اور شریعت کی تعبیر میں تعارض ہو تو کلام الناس میں

---

[1] لغة الفقهاء ، ص : ٢٠٩

[2] قواعد الفقه ، ص :٣٧٧

[3] العرف و تطبيقاته المعاصرة ، ص،10

عرفی معنی کو ترجیح ہو گی مثلاً اگر کسی شخص نے گوشت نہ کھانی کی قسم کھائی اور قرآن نے پچھلی کو بھی گوشت (لحم) سے تعبیر کیا ہے؛ لیکن چونکہ عرف میں مچھلی کو گوشت نہیں کہا جاتا ہے اسلئے مچھلی کھانے سے حانث نہیں ہو گا، عرف فعلی کی تبدیلی سے بھی احکام کی تبدیلی فقہاء کے یہاں متفق علیہ ہے، مثلاً کھلے سر رہنا مشرقی علاقوں میں قبیح سمجھا جاتا ہے اور مغربی علاقوں میں قبیح نہیں سمجھا جاتا ہے؛ لہذا مشرقی علاقوں میں کھلے سر رہنا مروت کے خلاف سمجھا جائے گا اور ایسے شخص کی گواہی رد کی جاسکتی ہے جبکہ یہی عمل مغربی علاقوں میں خلاف مروت نہیں سمجھا جائے گا، عرف لفظی کی مثالیں : درهم ، ولد ، لا يضع قدمه في دار فلان وغیرہ ہیں، عرف عملی کی مثال: جیسے بیع تعاطی اور کسی عمل کے بارے میں لوگوں کی عادت کو عرف عملی کہتے ہیں۔[4]

: عرف عملی

عرف عملی، یہ وہ عملی عادات واطوار ہوتے ہیں جو کسی معاشرے میں متواتر رائج ہوں اور لوگ انہیں بغیر کسی اختلاف کے اپنائے ہوئے ہوں۔

مثال:

خرید و فروخت میں مخصوص ادائیگی کے طریقے جو معاشرتی عرف کے مطابق ہوں۔

شادی میں مہر کی متعین رقم جو عرف کے مطابق رکھی جائے۔

عدالتی گواہوں میں عرفی طریقے جو معاشرے میں تسلیم شدہ ہو۔

فقہی قاعدہ:

جو چیز عرف میں معروف ہو وہ شرط کی طرح معتبر ہوتی ہے۔[5]

عرف عملی سے مراد وہ کام اور اعمال ہیں جو لوگوں میں مشہور و معروف ہو جاتیں ہیں جیسے بیع تعاطی خرید و فروخت کے معاہدے کے بغیر ایجاب وقبول کرنا، مہر کو معجل یا مؤجل ادا کرنا، عام لوگوں کا غسل خانہ میں ٹھہرنے کی مدت کی تعیین کے بغیر اور پانی کے استعمال کی تعیین کے بغیر غسل خانہ میں داخل ہونا تو گھریلو برتن جوتے اور دیگر زرعی آلات کاریگروں سے تیار کروانا اسی طرح کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور مہمان کو از خود علم ہو جاتا ہے کہ اسے کھانے کی اجازت ہے کالاستصناع في كثير من الحاجات واللوازم، وكتأجيل جانب من مهور النساء، ودخول الحمام، اب ان تمام کا دارومدار عرف عملی پہ ہے۔ یہ وہ الفاظ اور اصطلاحات ہیں جو کسی مخصوص معاشرے میں کسی خاص معنی میں استعمال ہونے لگتے ہیں، چاہے لغوی معنی کچھ اور ہوں۔

عرف قولی:

اس سے مراد بول چال کے وہ الفاظ ہیں جو لوگوں میں مشہور ہو جائیں ان الفاظ کا وہ معنی مراد لیا جائے جو معنی اس کے وضع کردہ معنی کے علاوہ ہو جیسے کہ عرف میں لفظ ولد کا اطلاق لڑکے پر ہی ہوتا ہے لڑکی پر نہیں لفظ لحم گوشت کا اطلاق مچھلی کے علاوہ پر لفظ دابہ کا اطلاق حیوانات میں سے چوپاؤں پر ہو گا حالانکہ لفظ دابہ اصل میں ہر اس چیز کے لئے وضع ہے جو زمین پر رینگنے والی ہے۔ اگر کسی نے کہا:

خلف لا يأكل اللحم، فأكل لحم سمك، فلا يحنث إذا وكله بشراء دابة، وكان معروفاً بينهم أنه الفرس، أو ذات الحوافر، لم ينصرف هذا المطلق إلا إلى المتعارف بينهم

عرف عام یہ ہے کہ عرف اپنی قولی اور عملی دونوں صورتوں میں تمام ممالک میں ایک ہی طرح رائج و شائع ہو اور عوام الناس اس یہ عمل پیرا ہو اور عرف خاص یہ ہے اس وقت جب یہ صرف ایک ملک یا ایک قوم یا قبیلے میں مروج ہو اور کسی اور میں نہ ہو یا کسی پیشہ یا صنعت وحرفت کے

---

[4] قاموس الفقه

[5] ایضا، ص 119

ساتھ خاص ہوں جیسے اذی سب اور شتم کا انحصار اس جگہ ملک اور قوم کے ساتھ ہو گا۔ ممکن ہے کہ ایک علاقے میں وہ الفاظ گالم گلوچ کے لئے استعمال ہوتے ہوں جب کہ دوسرے علاقوں میں وہی الفاظ گالی کے معنی کی بجائے کوئی اور معنی دے رہے ہوں اگر بالفرض حقیقت متعذر ہو کلام کا وہی معنی سمجھا جائے گا جو اس لفظ کا مطلب اس علاقے میں معروف ہے جیسے کسی نے قسم کھائی کہ وہ اس درخت سے نہیں کھائے گا تو یہ اس کے پھلوں پر منحصر ہو گا۔ اسی طرح کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کے دار میں قدم نہیں رکھوں گا تو اس جگہ کے رواج پر محمول ہو گا اور دخول سے کنایہ ہو گا۔

مثال: عربی میں تمام جانداروں کے لیے مستعمل ہے، مگر عرف میں خاص طور پر گھوڑے، گدھے اور چوپایوں کے لیے استعمال ہوتا ہے)۔)" دابۃ" لغوی طور پر ہر قسم کے گوشت کو کہا جاتا ہے، مگر عربوں کے عرف میں مچھلی کا گوشت "لم" میں شامل نہیں ہوتا۔)" لحم""

فقہ کا اصول

اعتبار عرف کا ہوتا ہے، لغت کا نہیں)" العبر والمعرف اللغۃ"[6]"

عرف کا اطلاق اور عرف قولی و عملی کے حکم میں ائمہ کا اختلاف:

عرف عملی اور قولی دونوں ہوتا ہے۔ اول کی مثال: کسی قوم کا گیہوں کھانا اور بھیڑ کا گوشت کھانا۔ دوم کی مثال: ان کا کسی لفظ کو ایک معنی کے لیے استعمال کرنا کہ اس کو سننے کے وقت کسی دوسرے معنی کا تبادر ذہنی نہ ہو۔ اب قسم دوم یعنی عرف قولی بالاتفاق مخصص عام ہے، مثلاً دراہم بول کر اس شہر کے نقد غالب مراد ہو، جب کہ قسم اول یعنی عرف عملی احناف کے نزدیک تو مخصص عام ہے، مگر شوافع کے یہاں نہیں۔ لہذا جب کوئی یہ کہے کہ اشتر لی طعاماً او لحما (میرے لیے طعام یا کم خرید کر لاؤ) تو عرف عملی پر عمل کرنے کی وجہ سے بڑ اور لحم ضان (گیہوں اور بھیڑ کا گوشت) مراد ہوں گے۔

عرف عملی کی حجیت پر آیت سے استدلال:

اعلم: بعض علماے کرام نے عرف عملی پر باری تعالیٰ کے قول خُذِ الْعَفْوَ وَامُرْ بِالْعُرْفِ سے استدلال کیا ہے۔ الاشباہ میں علامہ ابن نجیم اللہ نے چھٹا قاعدہ کے تحت فرمایا کہ عادت اقوال میں نزاع کے وقت فیصل و حکم ہے۔[7]

احکام میں عرف اور تعامل کی حیثیت:

جسے بہتر جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔ علامہ علائی نے کہا کہ مجھے یہ حدیث کتب احادیث میں کہیں مرفوعا نہیں ملی اور تلاش بسیار اور طول بحث کے بعد کسی سند ضعیف سے بھی نہیں ملی، یہ تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود صلی اللہ پر موقوف ہے اور انہیں کا قول ہے جس کی تخریج امام احمد بن حنبل نے کی ہے۔

عرف کی شرعی حیثیت:

اعلم: عرف و عادت کا اعتبار اس حد تک ہے کہ یہ بہت سے مسائل شرعیہ کا مرجع ہے یہاں تک کہ فقہانے اس کو ایک دلیل شرعی قرار دیا، چناں چہ اصول فقہ کے باب ماتترک بہ الحقیقۃ" میں کہا ہے کہ دلالت استعمال و عادت کی بنا پر حقیقی معنی متروک ہو جائے گا۔ اسی طرح امام فخر الاسلام بزدوی نے بیان کیا۔ (اشباہ کی عبارت تام ہوئی۔) علامہ بیری کی شرح الاشباہ میں یہ مذکور ہے کہ جو حکم شرع عرف سے ثابت ہو وہ

---

[6] الشباہ والنظائر، ج 1، ص98

[7] الاعراف :99

گویا دلیل شرعی سے ہی ثابت ہے۔ اور مبسوط میں یوں ہے کہ جو حکم عرف سے ثابت ہو وہ گویا نص سے ثابت ہے۔ (شرح الاشباہ کی عبارت تام ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

معاف کرنے کو اختیار کرو، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ موڑ لو۔[8]

مفسرین کے اقوال

"العرف هوكل ما تعارف عليه الناس وكان معروفة بينمهم بالخير و الصلاح"

عرف وہ چیز ہے جسے لوگ ایسا سمجھیں اور جو بھلائی اور اصلاح پر مبنی ہو۔[9]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

"وأخر بالعرف أي بالمعروف في الشرح العقل والعادة"

عرف سے مراد وہ معروف چیز ہے جو شریعت، عقل اور عادت کے مطابق ہو۔[10]

حدیث مبارکہ سے دلیل

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا

مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله ""

جسے مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔[11]

فقہاء کا استدلال

علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں۔

عرف کی پیروی ضروری ہے، کیونکہ یہ عقل اور تعامل پر مبنی ہوتا ہے۔[12]"

امام شافعی کا قول ہے

ماثبت بالعرف کالثابت بالنص

جو چیز عرف سے ثابت ہو، وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ کسی نص سے ثابت ہو۔[13]

فقہائے کرام کی آراء

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر لوگ کسی چیز کو اختیار کر لیں اور وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں تو وہ حجت ہے۔[14]

---

[8] سورۃ الا عراف : 199

[9] تفسیر کبیر ، ج5، ص421

[10] روح المعانی ، ج9، ص226

[11] مسند احمد ، حدیث :3600

[12] البحر الرائق ، ج 7، ص 252

[13] الموافقات ، الشاطبی ، ج2، ص192

[14] فتاوی عالمگیری ، ج3، ص301

والعمل بالعرف من أقوى الادلۃ

عرف پر عمل کرنا قوی دلائل میں سے ہے۔[15]

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

فتاویٰ وقت، جگہ اور عرف کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔[16]

عرف کی تطبیقات (عملی مثالیں)

تجارتی معاملات میں عرف

کسی جگہ پر اگر بیع سلیم (یعنی پیشگی خریداری) کا خاص طریقہ رائج ہو، تو اسی کو معتبر مانا جائے گا۔

خاندانی قوانین میں عرف

مہر کی مقدار علاقے کے عرف کے مطابق متعین کی جائے گی۔

شرعی مسائل

جب عرف دلیل شرعی کا مخالف ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں: اول: عرف من کل الوجوہ مخالف ہو اس طور پر کہ اس سے ترک نص لازم آرہا ہو تو اس کے عدم قبولیت میں کوئی شک نہیں جیسے لوگوں کا بہت سے محرمات کے بارے میں عرف قائم کرلینا مثلاً سود لینا دینا، شراب پینا، ریشمی کپڑا پہننا، سونے وغیرہ کا استعمال اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کی حرمت پر نص وارد ہے۔ دوم اگر عرف من کل الوجوہ دلیل شرعی کا مخالف نہ ہو اس طور پر کہ دلیل عام ہے اور عرف اس کے بعض افراد کی مخالفت کر رہا ہے یا دلیل، قیاس ہے تو عرف کا اعتبار ہو گا اگر عام ہے، اس لیے کہ عرف عام مخصص بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، تو اب قیاس متروک ہو گا جیسا کہ تحریر کے حوالہ سے مذکور ہوا، جیسے فقہائے اسلام نے بیع الاستصناع اور دخول الحمام اور مشک سے منہ لگا کر پانی پینے کے مسائل کے بارے میں صراحت کی ہے، اور اگر عرف خاص ہے تو اس کا اعتبار نہ ہو گا اور یہی اصل مذہب ہے جیسا کہ الاشباہ میں مذکور ہے: خلاصہ یہ ہوا کہ عرف خاص کا اعتبار نہ کیا جانا اصل مذہب ہے، جب کہ کثیر مشائخ نے اس کے معتبر ہونے کا فتویٰ دیا۔ انہی ذخیرہ برہانیہ میں باب الاجارات کی آٹھویں فصل میں ہے: اگر کسی کپڑا بننے والے کو دھاگا دیا اس شرط پر کہ اس کو ثالث میں بنے تو صاحب ذخیرہ نے فرمایا کہ مشائخ بلخ مثلاً نصیر بن یحیی و محمد بن مسلمہ وغیرہما کپڑوں میں اس اجارہ کو جائز قرار دیتے ہیں کیوں کہ وہاں کے شہر والوں کا اس پر تعامل ہے اور تعامل ایسا حجت ہے جس کی بنا پر قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے، اور کپڑوں میں اجارہ کے جائز قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس نص میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے جو قفیز طحان کے بارے میں وارد ہوتی ہے اور کپڑا بننے والے کے بارے میں وارد نہیں ہے۔ البتہ کپڑا بننے والا اس کی نظیر ہے تو دلالۃ اس میں بھی وارد ہے تو جب ہم نے کپڑا بننے والے کے بارے میں اس نص کی دلالت کی وجہ سے عمل کو ترک کر دیا اور قفیز طحان میں ورود نص کے سبب عمل کیا تو یہ تخصیص ہوئی نہ کہ بالکلیہ ترک کرنا، اور تعامل کی بنا پر نص کو خاص کرنا جائز ہے۔

تعامل کی بنا پر بیع استصناع کا جواز

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم نے بیع الاستصناع کو تعامل کی بنا پر جائز قرار دیا جب کہ استصناع ایک ایسی بیچ ہے جو اس کے پاس موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے اور معدوم کی بیچ سے روکا گیا ہے، اور استصناع کا جواز تعامل کی وجہ سے ہے جو ہماری جانب سے اس نص کو خاص کرنا ہے جو "نھی

---

[15] الموافقات، ج2، ص182

[16] اعلام الموقعین، ج3، ص14

عن بیع مالیس عند الانسان" (جو شے انسان کے پاس موجود نہ ہو اس کی بیع منع ہے) کے بارے میں وارد ہے اس میں بالکلیہ ترک نص نہیں ہے کیوں کہ ہم نے نص کی بناپر غیر استصناع میں عمل کیا ہے۔ فقہانے کہا ہے کہ یہ مسئلہ اس کے بر خلاف ہے کہ اگر کسی اہل شہر کا تعامل قفیز طحان میں ہے تو یہ ناجائز ہو گا اور ان کے خرید و فروخت کا کوئی اعتبار نہ ہو گا، کیوں کہ اگر ہم ان کے معاملہ کا اعتبار کریں تو بالکلیہ ترک نص لازم آئے گا اور تعامل کی بناپر بالکلیہ ترک نص جائز مفتی اور قاضی کے لیے روا نہیں کہ وہ ظاہر مذہب پر فیصلہ کریں اور عرف کو ترک فرمادیں۔ اور اس کا ایک مسئلہ خزانۃ الروایات میں یہ نقل کیا ہے جیسا کہ علامہ بیری نے شرح الاشباہ میں بیان فرمایا، مگر یہ مسئلہ ظاہر کے لحاظ سے مشکل ہے تاہم فقہانے اس کی صراحت کی ہے کہ جب کتب ظاہر الروایۃ میں کوئی روایت ہو تو اس سے عدول نہیں کیا جائے گا، البتہ جب مشائخ کتب ظاہر الروایہ کے علاوہ کی تصحیح کر دیں تو عدول کیا جائے گا، جیسا کہ میں نے اس کو اپنی کتاب شرح الأرجوزۃ میں واضح کر دیا ہے تو اس عرف پر کیسے عمل کیا جائے گا جو ظاہر الروایہ کے مخالف ہو، نیز ظاہر الروایت کی بنیاد بسا اوقات کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع پر ہوتی ہے اور اس صورت میں جو عرف مخالف نص ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا کیوں کہ عرف کی بنیاد کبھی کبھی باطل پر بھی قائم ہو جاتی ہے بر خلاف نص کے، جیسا کہ اس کو علامہ ابن ہمام نے کہا ہے، اور الاشباہ میں یہ مذکور ہے کہ عرف منصوص علیہ کے مقابلہ میں غیر معتبر ہے۔ الظہیریۃ میں باب الصلاۃ میں یہ مذکور ہے کہ محمد بن فضل فرماتے ہیں: السرۃ (ناف) بال اگنے کی جگہ تک ہے یعنی پیرو (ناف سے نیچے کا حصہ) عورت نہیں ہے کیوں کہ مزدوروں کا ازار باندھتے وقت اس جگہ کو ظاہر کرنے میں عرف و تعامل ہے، اور اس ظاہری عادت سے خروج کرنے میں ان کے لیے ایک قسم کا حرج ہے مگر یہ قول ضعیف و بعید ہے کیوں کہ یہاں تعامل نص کے خلاف ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

مشقت اور حرج کا اعتبار کہاں؟

الاشباہ والنظائر میں بھی "الفائدۃ الثانیۃ" کے تحت یہ مذکور ہے: مشقت اور حرج ایسی جگہ ہی معتبر ہیں جہاں کوئی نص نہ ہو، مگر جہاں نص اس کے خلاف موجود ہو تو یہ دونوں غیر معتبر ہیں۔ اسی وجہ سے امام الائمہ، کاشف الغمہ سیدنا ابو حنیفہ اور امام محمد میانے فرمایا کہ حرم محترم کی گھاس میں بکریاں چرانا حرام ہے اور اذخر گھاس کے سوا کسی گھاس کا اکھاڑنا بھی حرام ہے، جب کہ امام ابو یوسف نے حرم کے گھاس کو چرانا جائز قرار دیا ہے، اور اس قول کو رد کر دیا گیا جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا یعنی حرج اسی جگہ معتبر ہے جہاں کوئی نص نہ ہو، اور علامہ زبیعی نے بھی اس کو جنایات الاحرام میں بیان کیا ہے اور باب الانجاس میں یہ کہا ہے کہ امام اعظم ہی اللہ فرماتے ہیں: لید نجاست غلیظہ ہے کیوں کہ سرکار علیہ سلام نے اس کے بارے میں انھارکس فرمایا ہے یعنی یہ ناپاک ہے، اور امام اعظم کے نزدیک مقام نص میں عموم بلوی کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ آدمی کا پیشاب کیوں کہ بلوی اس میں عام ہے۔

سفارشات (Recommendations)

1۔ عرف کی شرعی حیثیت کو باقاعدہ قانونی حیثیت دی جائے۔

فقہی ذخیرہ میں عرف کو دلیل کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، لہٰذا معاصر اسلامی قانون سازی میں عرف کو اس کے شرائط و قیود کے ساتھ تسلیم کیا جانا چاہیے۔

2۔ قانون سازی میں مقامی عرف کو ملحوظ رکھا جائے۔

چونکہ ہر معاشرے کا عرف اس کی ضروریات اور ماحول کے مطابق مختلف ہوتا ہے، اس لیے قانون ساز ادارے (جیسے اسلامی نظریاتی کونسل، شریعت کورٹ) اپنی سفارشات میں مقامی عرف کو مدنظر رکھیں۔

3۔ عرف اور نص کے تعارض میں اصولِ ترجیح کی وضاحت کی جائے۔

ایسے مقامات پر جہاں عرف کسی نصِ شرعی سے متصادم ہو، وہاں ترجیحات کی وضاحت کے لیے اصولی رہنمائی (مثلاً عرفِ فاسد، عرفِ معتبر) کی واضح تعریف کی جائے۔

4۔ جدید عرف کو فقہی دائرہ کار میں شامل کرنے کے اصول مرتب کیے جائیں۔

موبائل، انٹرنیٹ، بینکنگ، اور سماجی رویوں کے نئے عرفیات کے متعلق اجتہادی و اصولی رہنمائی دی جائے تاکہ موجودہ عرفیات پر بھی شرعی احکام کا اطلاق ممکن ہو۔

5۔ مدارس و جامعات میں عرف پر الگ کورس متعارف کروایا جائے۔

اسلامی قانون اور اصولِ فقہ کے شعبہ جات میں عرف کی اقسام، شروط، فقہی مقام، اور عملی اثرات پر الگ مضمون یا کورس متعارف کروایا جائے۔

6۔ عرف کی بنیاد پر عدالتی فیصلوں کی تائید یا تنقید کی تحقیق ہو۔

پاکستان، سعودی عرب، مصر، یا دیگر مسلم ممالک کے عدالتی فیصلوں میں عرف کے استعمال پر تحقیقی مطالعہ کیا جائے تاکہ اس دلیل کے عملی استعمال کا علمی تجزیہ ہو سکے۔

7۔ عرف و رواج کے حوالے سے اجتماعی اجتہاد کو فروغ دیا جائے۔

جدید عرفیات پر انفرادی فتویٰ کے بجائے اجتماعی اجتہاد کے تحت نظریات پیش کیے جائیں تاکہ امت کے لیے یکساں اور مربوط رہنمائی میسر آ سکے۔

8۔ عرفِ فاسد اور عرفِ صحیح میں فرق واضح کرنے کے لیے فریم ورک بنایا جائے۔

آج کے دور میں کئی عرفیات شرعی تقاضوں کے منافی ہو سکتے ہیں، جیسے جہیز، رشوت کو تحفہ کہنا، یا دھوکہ دہی کو کاروباری مہارت سمجھنا—لہٰذا ایسی صورتحال کے لیے شرعی اصولوں کی روشنی میں فرق کا معیار طے کیا جائے۔